يَا أَيُّهَا النَّاسُ
إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّأُنْثَى
وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا
إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ
إِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ

(سورۃ الحجرات ۴۹:۱۳)

اسلام اور نسلی امتیاز

ڈاکٹر خالد علوی



دعوۃ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

اسلام اور
نسلی امتیاز

ڈاکٹر خالد علوی



دعوۃ اکیڈمی
بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

کتاب	:	اسلام اور نسلی امتیاز
مصنف	:	ڈاکٹر خالد علوی
نگران طباعت	:	حیران خٹک
اشاعت اول	:	۲۰۰۶ء
طابع	:	ادارہ تحقیقات اسلامی پریس اسلام آباد
قیمت	:	۲۰ روپے

ISBN-969-556-064-4

ناشر

دعوۃ اکیڈمی

بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی پوسٹ بکس ۱۴۸۵ اسلام آباد

فہرست

پیش لفظ

مغرب نے حیات انسانی کو جس طرح زہر آلود کیا ہے اس کے اثرات پوری طرح نمایاں ہیں۔ اس زہرناکی کا سب سے بڑا منبع نظریہ قومیت ہے۔ مغرب نے اسے ایک فلسفے کے طور پر پیش کیا اور دنیا کے تمام معاشروں کو اسی حوالے سے تبدیل کرنے کا تہیہ کیا۔ نسل ایک جغرافیائی اور معاشرتی حقیقت ہے لیکن یہ حقیقت صرف ایک مظہر ہے بنیاد نہیں ہے۔ یہ ایک پہچان ہے، تشخیص کا ذریعہ ہے اور باہمی انسانی روابط میں ایک مثبت قدر ہے، تخریب کاری کا ذریعہ نہیں۔ ابلیس نے اپنے الگ تشخص کو برتری کی بنیاد قرار دیا تھا جسے اس کے مغربی شاگردوں نے ایک نظریہ اور ایک تحریک کی صورت دی۔ اس صورت گری میں قوموں کی غارت گری پنہاں ہے۔ نسل پرستی جاہلیت کی اہم خصوصیت تھی جسے اسلام نے ختم کیا۔ حضور اکرم ﷺ کی ذات گرامی، نسل پرستانہ تصور و عمل کے خلاف ایک زندہ حقیقت کے طور پر ہمیشہ سے موجود ہے اور اسلام اس کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ نسل پرستی کو خوبصورت الفاظ میں پیش کرنے کا سہرا مغرب کے سر ہے۔ مغرب کے ناخدا نظریہ قومیت کے ذریعے اقوام کو تقسیم کرتے، لڑاتے، کمزور کرتے اور پھر ان پر غلبہ حاصل کرتے ہیں، اس نظریے کا سب سے زیادہ نقصان ملت اسلامیہ کو پہنچا ہے۔ مسلمان مفکرین نے اس زہر کا ادراک کرکے اس سے بچاؤ کی تدابیر تجویز کی ہیں۔ علامہ اقبال اور سید مودودیؒ نے اس کی زہرناکی کو مبرہن کیا ہے۔ اقبال کا مندرجہ ذیل ارشاد حقیقت کبریٰ

کی حیثیت رکھتا ہے۔ فرماتے ہیں:

اقوام میں مخلوق خدا بٹتی ہے اس سے
قومیت اسلام کی جڑ کٹتی ہے اس سے

ان سطور میں نسلی امتیاز کے اس تصور اور رویے کا علمی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ دعوت اسلامی کی راہ میں جو تعصّبات رکاوٹ ہیں ان میں سے ایک نسل پرستی اور نسلی امتیاز کا نظریہ بھی ہے۔ دعوت کے کارکنوں کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ اسلام کے تصور انسانیت کے خلاف استعمال ہونے والے اس ہتھیار کی حقیقت کیا ہے؟

اُمید کی جاتی ہے کہ یہ سطور نسلی امتیاز اور اس کے اثرات کو سمجھنے میں مددگار ثابت ہوں گی۔

ڈاکٹر خالد علوی
ڈائریکٹر جنرل

اسلام اور نسلی امتیاز

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا اور اس کی نسل کو پوری دنیا میں بکھیر دیا تا کہ اس کی زمین آباد ہو۔ نسل انسانی نے مختلف جغرافیائی اور موسمی حالات میں نشو ونما پائی اور یوں رنگ، نسل اور زبان کے اختلافات پیدا ہوئے۔ پھر مختلف گروہوں کی تنظیم، سیاسی وعسکری قوت اور معاشی وسائل کے استعمال اور تصرف کے باعث بھی انسانوں کے درمیان امتیازات پیدا ہوئے۔ ابتدائی انسانی تنظیمیں نسلی تھیں۔ خاندان اور قبیلے کی بنیاد پر وحدتیں وجود میں آئیں۔ ازاں بعد معاشی سرگرمیوں کے حوالے سے پیشے منظم ہوتے گئے۔ جب تمدنی ضرورتیں بڑھیں، شہری جمعیتیں وجود میں آئیں تو مختلف معاشرتی وحدتوں میں تعلقات کی نوعیتیں زیر بحث آئیں اور باہمی تفاعل کی کئی صورتیں پیدا ہوئیں۔ خاندانوں کی برتری قبائل کے تفوق اور قوموں کے درمیان امتیازات کا تعلق تمدنی فروغ سے ہے۔ منظم نسل کے رویے ہمیں دنیا کی دو قدیم قوموں میں دکھائی دیتے ہیں' ایک یہودی اور دوسرے ہندو۔ یہودی اپنے آپ کو اللہ کی منتخب قوم اور تمام انسانوں سے برتر گروہ سمجھتے ہیں۔ یہ بات ان کے مذہبی عقیدے اور قومی نفسیات کا حصہ ہے۔ وہ انسانیت کو صرف دو قسموں میں تقسیم کرتے ہیں، یہودی اور غیر یہودی (Jews and Gentile)۔ حقوق اور مراعات، ترجیحات اور فضائل' حقوق وفرائض اور ذمہ داریاں اسی تفریق کی بنیاد پر طے پاتی ہیں۔ یہود دنیا کا بدترین نسل پرست گروہ ہے۔ غیر یہودیوں کے بارے میں ان کے رویے کا تذکرہ قرآن

مجید نے ان الفاظ میں کیا ہے:

وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖۤ اِلَيْكَ ج وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖۤ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا ط ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ۔(۱)

اور اہل کتاب میں سے کوئی تو ایسا ہے کہ تم اس کے پاس دولت کا ڈھیر امانت رکھ دو تو تم کو واپس دے دے۔ اور ان میں کوئی اس طرح کا ہے کہ اس کے پاس ایک دینار بھی امانت رکھو تو جب تک ان کے سر پر ہر وقت کھڑے نہ رہو تمہیں دیتے ہی نہیں۔ یہ اس لیے ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ''امیوں کے بارے میں ہم سے مواخذہ نہیں ہوگا''۔ یہ اللہ پر محض جھوٹ بولتے ہیں اور وہ جانتے بھی ہیں۔

ہندوؤں نے اپنے معاشرتی نظام کو ذات پات پر استوار کیا ہے۔ ان کے ہاں چار طبقے ہیں برہمن، ویش، کھشتری اور شودر۔ ان میں سے ہر ایک نسلی طور پر متعین ہے اور اس کی حیثیت اس کی پیدائش سے ہی طے پا جاتی ہے۔ کوئی شخص ایک ذات سے دوسری ذات میں منتقل نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ شودر جو نچلے درجے کا انسان ہے ہمیشہ اسی طرح رہے گا۔ ہندوؤں نے اس نسلی تقسیم کو مذہبی تقدس عطا کیا ہے اس لیے اس میں تبدیلی ممکن نہیں۔ شودر ہمیشہ اچھوت رہے گا وہ کبھی قابل عزت نہیں ہو سکتا۔

عربوں کے ہاں نسلی تفاخر موجود تھا۔ وہ یہودیوں کی طرح اپنے سوا تمام انسانوں کو کم تر گردانتے تھے۔ اپنے آپ کو عرب اور دوسروں کو عجم کہتے جس کے معنی گونگے اور بے زبان کے ہیں۔ اقبالؒ نے ابوجہل کی روح کا نوحہ بیان کرتے ہوئے عرب فضیلت کے ضائع ہونے کا ذکر کیا ہے۔

سینۂ از محمد داغ داغ   ازدم او کعبہ را گل شد چراغ
مذہب او قاطع ملک و نسب   از قریش و منکر از فضل عرب

قدر احرار عرب نشناختہ با کلفتان حبش در ساختہ
احمراں با اسوداں آمیختند آبروئے دو دمانے ریختند
اعجمی را اصل عدنانی کجا است گنگ را گفتار سحبانی کجا است (۲)

عربوں کے ہاں نسلی تفاخر کی بنیاد پر جو امتیازات تھے اس کا شکار وہ تمام لوگ تھے جو عرب نہ تھے۔ ان امتیازات کا ایک پہلو خود عرب قبائل کی درجہ بندی تھی۔ ہر قبیلہ اپنے تفاخر کی بنیاد پر دوسروں کو ہیچ سمجھتا تھا۔ غرض عرب معاشرہ ایک نسل پرست معاشرہ تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعوت میں اس نسلی امتیاز کی اصلاح کے لیے جرأت مندانہ اقدام کیا۔ آپ نے قریش مکہ کو، جو اپنے آپ کو سب سے افضل گردانتے تھے، خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

يا معشر قريش ان الله قد اذهب عنكم نخوة الجاهلية و تعظمها بالآباء، الناس من آدم و آدم من تراب. (۳)

اے گروہ قریش! اللہ نے تم سے جاہلیت کے غرور اور آباء و اجداد پر فخر کرنے کو دور کر دیا۔ لوگ آدم سے ہیں اور آدم مٹی سے۔

اس نظریہ کی بنیاد پر معاشرے کو ناپسندیدہ نسلی گروہ بندی سے پاک رکھنے کی کوششیں ہوتی ہیں۔ یہ کوششیں ظالمانہ قوانین و اقدامات پر مبنی ہوتی ہیں ان میں غلامی، قتل، ملک بدری اور معاشرتی تباہی شامل ہوتی ہے۔

مختلف نسلی گروہ اس نفرت اور ظلم کا شکار ہوتے رہے ہیں۔ فرعون نے بنی اسرائیل کے ساتھ جو کچھ کیا تھا اس کی تفصیلات بائبل اور قرآن میں موجود ہیں۔ قرآن میں ہے:

وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ. وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ. (۴)

یاد کرو وہ وقت جب ہم نے تم کو فرعونیوں کی غلامی سے نجات بخشی۔ انہوں نے

تمہیں سخت عذاب میں مبتلا کر رکھا تھا، تمہارے لڑکوں کو ذبح کرتے تھے اور تمہاری لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتے تھے۔ اس حالت میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی آزمائش تھی۔

تاریخ کے اوراق ایسی کئی کارروائیوں کی شہادت دیتے ہیں جن میں انسانوں کی ایک نسل نے دوسری نسل کے ساتھ ظالمانہ رویہ اختیار کیا۔ نسل پرستی کا مطلب کسی گروہ کا نسل کی بنیاد پر اپنے آپ کو برتر اور دوسروں کو کمتر سمجھنا ہے۔ انسانی معاشروں میں یہ رویے ہمیشہ سے موجود رہے ہیں اور اس کی بنیاد پر ظلم و جبر بھی ہوتا رہا ہے۔

جاہلیت قدیمہ میں مختلف قبائل و اقوام میں نسلی امتیازات کے سلسلے میں جو خرابیاں تھیں وہ جاہلیت جدیدہ میں ایک نظریہ، فلسفہ اور طرز حیات بن گئیں۔ یہ سہرا مغربی اقوام کے سر ہے کہ انہوں نے سفید فام اقوام کی برتری کو ایک نظریاتی اصول کے طور پر متعارف کرایا۔ سفید اقوام کے نسل پرستانہ رویہ کے مظاہر کو پوری دنیا میں دیکھا جا سکتا ہے۔ جنوبی افریقہ کی سفید فام اقلیت نے نسل پرستی کو ریاستی سطح پر منظم کیا۔ افریقی اور ایشیائی باشندے اس امتیاز کا نشانہ تھے۔ عالمی سامراج نے اس نسل پرستانہ پالیسی کو کسی نہ کسی شکل میں زندہ رکھا ہے۔ مغرب نے نیشنلزم کا جو تصور متعارف کرایا' اس نے انسانیت کو ٹکڑوں میں بانٹ دیا۔ والٹر لیک (Walter Laque) نے نیشنلزم کی کمزوریوں کو بیان کرتے ہوئے کہا:

> Nationalism is distinguished by the over estimation or one's own nation and the denigration or others, the lack of the spirit of self criticism and responsibility, an ambivalent appraisal of the destiny of one's nation based on the feeling of inferiority, and a general tendency to attribute any thing wrong with one's nation to the evil doing of others, who should consequently be fought.(5)

والٹر لیک جس نیشنلزم کی بات کرتا ہے اس کی تہہ میں سفید اقوام کی برتری کا احساس موجود ہے

اور جو غیر سفید اقوام کے لیے نفرت اور تحقیر کی جذبات کا حامل ہے۔ یہ اقوام بعض سیاسی چال بازی اور ڈپلومیسی کے ذریعہ سے ان جذبات کے اظہار میں محتاط ہوتی ہیں لیکن ان کی دوررس پالیسیوں کی بنیاد یہی احساس برتری ہے۔ اس احساس کا اظہار ہمیں اس اعلان میں ملتا ہے جو ملکہ الزبتھ اول نے ۱۶۱۰ء میں جاری کیا تھا:

> Negroes and black moors (6) should be deported from England and because they were infidels, and they were contributing to economic and social problems such as poverty and famine.(7)

مشہور مورخ فلپ ڈی کرٹن (Philip D. Curtin) لکھتا ہے کہ اٹھارہویں صدی میں تقریباً 9.5 ملین افریقی بحر اطلس کی دوسری طرف منتقل کیے گئے تھے جن کی قسمت میں لکھا تھا کہ وہ غلاموں کی حیثیت سے شمالی اور جنوبی امریکہ کریبین (Caribean) میں زندگی بسر کریں۔ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کے ۱۸۸۴ء ایڈیشن میں سیاہ فام افراد کے بارے میں کچھ اس طرح اظہار کیا گیا:

> The African negro accupied the lowest position in the evolutionary scale and this was supposedly demonstrated by abnormally long arms and a light weight brain.

کارل مارکس (Carl Marx) کے دوست اور دست راست اینگلز (Frednick Engels) نے آئرش لوگوں کے بارے میں اسی طرح کے تحقیر آمیز خیالات کا اظہار کیا ہے۔ وہ ۱۸۴۴ء میں لکھتا ہے:

> The southern facile character of the Irishman, his crudity, which places him but little above the savage, his contempt for all human enjoyment, in which his very crudeness makes him incapable of sharing, his filth and poverty, all favour drunkenness.(8)

ہٹلر کے نازی جرمنی میں آریہ نسل کی برتری کا شعور ریاست کی پالیسی تھا اور یہودیوں کے بارے میں ہلاکت خیز رویہ اختیار کیا گیا۔ ہٹلر کی رائے میں سلاو (Slav) اور یہودی (Jews) آریہ نسل کو

خراب کرر ہے ہیں کیونکہ وہ کم تر درجہ کی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ یہودی جو فرعون کے عہد میں اور پھر بخت نصر اور رومیوں کے ہاتھوں تذلیل کا شکار ہوئے اور آخر میں ہٹلر کی امتیازی پالیسی کی وجہ سے تباہی کا سامنا کرتے رہے اب ایک ظالم نسل پرست حکومت کے طور پر فلسطینیوں کی نسل کشی میں وہی طریقے اختیار کرر ہے ہیں جو کبھی ان پر آزمائے گئے۔

ابھی چند برس پہلے ۱۹۹۰ء میں یوگوسلاویہ کی شکست و ریخت کے وقت سربوں نے بوسنیا میں مسلمانوں کے ساتھ جو کچھ کیا وہ نسل پرستی کے ظالمانہ رویوں کی بدترین مثال ہے۔ نسلی تطہیر (Ethnic Cleansing) کے جو واقعات گرازدے (Gorazde) سربنیکا (Srebrenica) اور سرائیوو (Sarajevo) میں ہوئے ہیں ان سے انسانیت کا سر شرم سے جھک جاتا ہے۔ کشمیر میں جو کچھ ہندوستانی فوج کررہی ہے وہ انسانیت کے ماتھے پر بدنما داغ ہے۔ کشمیریوں کی نسل کشی کی منظم مہم نام نہاد مہذب دنیا کے سامنے ہورہی ہے اور کوئی بین الاقوامی ادارہ ان کی مدد کرنے کو تیار نہیں ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ مغرب کا پورا ڈھانچہ نسل پرستی پر مبنی ہے۔ اگر کسی معاملے کا تعلق سفید نسل سے ہے تو انصاف، انسانی حقوق، جمہوریت اور انسانیت کے سارے اصول منطبق ہوں گے لیکن اگر اس کا تعلق کسی اور نسل سے ہو تو اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ جنوبی افریقہ میں سفید فام اقلیت نے نسلی امتیاز (Racial Segragation) کی پالیسی، جسے Apartheid کہا جاتا ہے، ایک مدت تک جاری رکھی اور اب بظاہر افریقیوں کے اقتدار کے باوجود سفید فام اقلیت نے انہی مراعات اور امتیازات کو برقرار رکھا ہے۔ امریکہ میں سیاہ فام غلاموں کے ساتھ جو رویہ روا رکھا گیا وہ امریکی تاریخ کا سیاہ ترین باب ہے۔ اس وقت بھی سیاہ فام نوجوانوں کی بڑی تعداد جیلوں کی زینت ہے اور زندگی کی سہولتوں میں ان کا حصہ کم تر ہے۔ ۱۱ ستمبر کے بعد مسلمانوں کو جس تشدد کا سامنا ہے اس نے امریکی نسل پرستانہ رجحانات کو مزید بے نقاب کردیا ہے۔ برطانیہ اور جرمنی میں نسل پرستانہ جذبات کا اظہار سیاسی جماعتوں کی صورت اختیار کرگیا ہے اور دائیں بازو کے انتہا پسند کھلم کھلا

تارکین وطن آبادی کے خلاف نعرہ بازی کرتے ہیں۔ آزادی اظہار کے مسلک کے باعث انہیں کھلی چھٹی ہے۔ بعض مقامات پر تشدد کے واقعات بھی ہوئے ہیں۔

نسل کے بارے میں جدید عمرانی نظریات

نسل کے بارے میں عام طور پر حیاتیاتی حوالے سے جو بحثیں کی گئی ہیں ان میں دو پہلو نمایاں رہے ہیں' ایک جسمانی ساخت و خصوصیات (Phenotype) اور دوسرے جینیاتی خصوصیات (Genotype)۔ انسانی گروہوں کے درمیان جینیاتی خصائص اور جسمانی خصائص کی بنیاد پر تفریق کی گئی۔ مائیکل بنٹین (Micheal Banton) نے نسل کے تین نظریات کو متعین کیا ہے: (۹)

۱۔ نسل ایک نسبی حقیقت Those who see race as lineage

۲۔ نسل ایک قسم Those who see as a type

۳۔ نسل ایک زیرنوعی حقیقت Those who see as a subspecies

نسل ایک نسبی حقیقت

انگریزی زبان میں نسل کے لیے Race کا لفظ بولا جاتا ہے۔ بنٹین کا خیال ہے کہ ۱۵۰۸ء تک یہ لفظ انگریزی زبان میں نہیں استعمال ہوتا تھا۔ پہلی مرتبہ اسے سکاٹ شاعر ولیم ڈنبار (William Dunber) نے اپنی نظم میں ۱۹۰۸ء میں استعمال کیا۔ چونکہ بائبل کو مسیحی دنیا میں سند مانا جاتا تھا اس لیے اس کے مطابق انسانوں کی ایک ہی نسل ہے جو آدم و حوا کی پیداوار ہے۔ بائیبل کے مطابق طوفان نوح اور ستون بابل کے گرنے سے نسل انسانی بکھر گئی اور مختلف خطوں میں رہنے کی وجہ سے جغرافیائی اثرات کے تحت مختلف گروہوں میں تقسیم ہوگئی۔ بعض لوگوں کا خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ نے بعض گروہوں کو مختلف بنایا تا کہ وہ زمین کے مختلف حصوں میں زندگی گزار سکیں۔ نسل ایک نسبی حقیقت کے طور پر اس نظریہ کو پیش کرتی ہے

کہ تمام انسان بنیادی طور پر برابر ہیں تاہم مختلف خطوں میں بکھر جانے کی وجہ سے واضح نسبی اختلاف پیدا ہوا تو شکلوں' جسمانی ساختوں اور رنگوں کے اختلاف پر منتج ہوا۔ مختلف جغرافیائی خطوں میں منتشر ہونے کی وجہ سے لوگ مختلف نظر آنے لگے۔ سترہویں اور اٹھارہویں صدی کے برطانوی اور امریکن مصنفین نے انسانوں کے بارے میں لکھتے ہوئے مشکل ہی سے کہیں Race کا لفظ استعمال کیا ہے۔ سیاہ فام افریقیوں کی غلامی اور ان سے توہین آمیز سلوک کے باوجود انہیں غیر انسانی سمجھنے کی کوئی بات واضح طور پر سامنے نہیں آئی۔ تاہم اٹھارہویں صدی میں اس طرح کے خیالات شروع ہو گئے کہ انسانوں کی مختلف نسلوں میں تفاوت ہے اور بعض نسلیں دوسروں سے برتر ہیں۔ مشہور برطانوی فلسفی ڈیوڈ ہیوم (David Hume) نے ۱۷۴۸ء میں کہا:

> Negroes were the only race which had never developed a major civilization and this indicated that they were naturally inferior to the whites

انیسویں صدی میں نسل کے بارے میں متنوع خیالات کا سلسلہ زیادہ نمایاں ہونے لگا اور مختلف گروہوں میں صف بندی کے نظریات زیادہ مقبول ہونے لگے۔

نسل ایک قسم

اس نظریہ کا انحصار اس تصور پر ہے کہ تمام انسانوں کی بنیاد ایک نہیں ہے اور انسانیت کئی گروہوں میں تقسیم ہے۔ اس نظریہ کو کثیر النسلی (Polygenetic Theory) کہا جاتا ہے۔ اس نظریہ کا مطلب یہ ہے کہ انسانوں کی کئی بنیادیں ہیں۔ ایک مرد اور ایک عورت سے نہیں بلکہ مختلف نسلیں مختلف ماں باپ سے شروع ہوئیں۔ بنیٹن کہتا ہے کہ نسلی اختلاف قبل از تاریخ سے موجود ہے۔ یا تو خدا نے ایسا بنایا اور یا کسی حادثہ کے نتیجے میں یہ اختلاف شروع ہوا۔ نسل کی مختلف اقسام کا یہ نظریہ اس وقت مقبول ہوا جب مغربی اقوام کا دوسری قوموں سے رابطہ بڑھا۔

بنیٹن کہتا ہے:

As the evidence about the diversity of human forms accumulated, more and more writers tended to refer to various kinds of type and indeed the construction of typologies of various kinds became a characteristic of nineteenth century scholarship. (10)

نسل کے بارے میں یہ تصور کئی ملکوں میں زیر بحث رہا لیکن امریکہ میں اس پر سب سے زیادہ توجہ ہوئی۔ فلاڈلفیا کے ڈاکٹر سیموئل جیمز مارٹن (Samuel James Marton) نے انسانی کھوپڑیوں کی پیمائش سے پانچ نسلوں کا تعین کیا:

۱) کاکیشین (Caucasian) یورپ' ہندوستان' شمالی افریقہ کے کچھ حصے اور شرق اوسط کے لوگ۔

۲) منگولین (Mongolian)۔ چینی اور اسکیمو لوگ۔

۳) ملائی (Malay)۔ ملائشیا اور پولینیزین جزائر (Malaysia and polynesian Island) کے لوگ۔

۴) امریکی (American)۔ جنوبی اور شمالی امریکہ کے مقامی باشندے۔

۵) ایتھوپیا (Etheopia)۔ زیریں صحاراافریقہ

مارٹن کے اس نظریہ کو جے سی ناٹ اور جی آر گلڈن (J.C. Nott and G.R. Glilddon) نے آگے بڑھایا۔ (۱۱) گلڈن کا خیال تھا کہ انسانوں کے مختلف گروہ موجود ہیں جو تقریباً مستقل امتیازات کے حامل ہیں۔ اقسام کے اس اختلاف نے مختلف گروہوں کے مختلف رویوں کو جنم دیا ہے۔ ان مصنفین کے خیال میں بائیبل سے پہلے قدیم مصریوں نے انسانوں کو چار گروہوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ یہ مختلف نسلیں نیل کے ساحلی علاقوں میں ۳۵۰۰ ق م میں موجود تھیں۔ اور ان میں سیاہ فام اور سفید فام کبھی مختلط نہیں ہو سکی

تھیں۔ناٹ اور گلڈن سفید فام نسل کی برتری پر یقین رکھتے تھے۔ان کا خیال ہے کہ کاکیسیز جو کوہ قاف (Caucusus Mountains) سے نکلے ہیں تمام ادوار میں حکمران رہے ہیں۔اور انہوں نے ثابت کیا ہے کہ وہ جمہوریت کو فروغ دینے کے قابل ہیں جبکہ گہری رنگت کے لوگ صرف فوجی حکومتوں کے اہل ہوتے ہیں۔ناٹ اور گلڈن دوسرے کئی مصنفین کی طرح یہ یقین رکھتے تھے کہ مختلف نسلیں حیاتیاتی طور پر مختلف ہیں اور ان کے رویوں میں اختلاف اسی حیاتیاتی فرق پر مبنی ہے۔

بنیٹن کا خیال ہے کہ ان مصنفین کی رائے نازی جرمنی کے نظریہ سے مماثلت رکھتی ہے۔آریہ نسل کی برتری اور خالص نسل کو برقرار رکھنے کا نازی نظریہ مختلف مغربی مصنفین کی آراء پر مستحکم ہوا تھا بالخصوص فرانسیسی مصنف آرتھر ڈی گوبینو (Arthur de Gobineau) جس نے ۱۸۵۰ء کی دہائی میں یہ دعویٰ کیا تھا کہ آریہ نسل برتر ہے جو مشرق سے ہجرت کر کے دنیا کے مختلف حصوں میں پھیل گئی۔اسی نسل کے لوگوں نے دنیا میں مختلف تہذیبوں کو قائم کیا۔

نسل ایک زیرنوعی حقیقت

نسل کا یہ نظریہ دراصل پہلے دونوں نظریات کے امتزاج پر مبنی ہے اور اس کے اشارے چارلس ڈارون (Charls Darwin) کے نظریہ ارتقاء میں ملتے ہیں۔بنیٹن کے بقول ڈارون نے انواع کو ایک گروہ کی حیثیت سے دیکھا جس کے ارکان مشترک خصوصیات کو ورثے میں حاصل کرتے ہیں لیکن مختلف امتزاجات کی صورت میں جو ہر وقت تغیر پذیری کے لیے تیار ہوتے ہیں۔چونکہ انواع کا مسلسل ارتقاء ہو رہا ہے اس لیے مختلف شاخوں، زیریں گروہوں اور انواع میں ارتقاء ہوتا رہتا ہے۔اور اگر کوئی گروہ الگ ہو جائے تو اس کے ارکان باہمی تعلق کی بنا پر انہی مستقل خصوصیات کو نشو ونما دے لیتے ہیں۔ڈارون نے گلیپو گوز جزیرہ (Glapogos Island) کے بعض پرندوں اور کچھوؤں کو اصل زمین کے پرندوں اور کچھوؤں سے ذرا مختلف پایا۔ڈارون کے نزدیک یہ ارتقاء قدرتی انتخاب (Natural Selection) کے نتیجے میں

قائم ہوا۔اور کسی نوع کے الگ ہونے والے ارکان اپنی جینیاتی خصوصیات تشکیل دیتے ہیں۔ڈارون کے مطابق انواع جنسی انتخاب (Sexual Selection) بھی کرتی ہیں۔مثلاً مادہ اپنے پسندیدہ نر کو منتخب کرتی ہے اور یوں اس نوع میں اچھی خصوصیت والے فرد پیدا ہوتے ہیں۔

مختلف انسانی نسلیں اس اصول پر کام کرتی ہیں جس میں فطری انتخاب، جنسی انتخاب اور اتفاقات کا تنوع کام کرتا ہے۔اور انسانی گروہ مختلف جسمانی خصوصیات کے ساتھ نشوونما پاتا ہے۔اس طرح اگرچہ تمام انسان ایک ہی بنیاد رکھتے ہیں تاہم وہ مختلف نسلوں میں نشوونما پا سکتےہیں۔

زیرنوعی حیثیت اور معاشرتی ارتقاء

انیسویں صدی کے آخری حصہ میں زیرنوعی نسلی نظریہ بہت مقبول تھا۔یہی وہ دور تھا جب مختلف ارتقائی نظریات پروان چڑھ رہے تھے۔ڈارون حیاتیاتی ارتقاء کے نظریہ پر کام کر رہا تھا اور انگریز عملیت پسند عمرانی عالم (Functionalist Sociologist) ہربرٹ سپنسر (Herber Spencer) معاشرتی ارتقاء کے نظریہ کو پروان چڑھا رہا تھا۔سپنسر نے نسل اور معاشرتی ارتقاء کے تعلق پر موثر نظریات پیش کیے ہیں۔سپنسر کا خیال ہے کہ نسلوں کا اختلاط انسانیت کے لیے مفید ہے۔مختلف تاریخی واقعات یہ ثابت کرتے ہیں کہ فاتحین جب آخر کار مفتوحین کے ساتھ معاشرتی سطح پر ملتے ہیں تو اس اختلاط سے نسلوں کی مختلف خصوصیات باہم ملتی ہیں اور اس سے بہترین خصوصیات والی نسلیں جنم لیتی ہیں۔سپنسر یہودیوں کی مثال دیتا ہے:

> Not withstanding their boasted unity of blood, resulted from a mixing of many semitic varieties in the country east of the Nile and who, both in their wanderings and after the conquest of Palestine, went on amalgamating kindred tribes" (12)

اس کا خیال یہ ہے کہ رومیوں نے دوسرے آریائی قبائل، سبینی، سبیلی اور سمنیائٹ (Sabini,

(Sabelli, and Samnites سے مخلط ہوکر قوت حاصل کی۔ اسی طرح انگلستان نے بھی قریبی طور متعلق گروہوں کے ساتھ باہمی شادیوں سے فائدہ حاصل کیا ہے۔ آریائی اور سکنڈی نیویا قبائل سے اختلاط واضح ہے۔ تاہم وہ سمجھتا ہے کہ ایسے معاشروں کا اختلاط جو قریبی طور پر نسلی تعلق نہ رکھتے ہوں مفید ثابت نہیں ہوتا' وہ لکھتا ہے:

> If instead of different species, remote varieties are united, the intermediate organism is not infertile, but many facts suggest the conclusion that infertility results in subsequent generations: the in congrous workings of the united structures, through longer inshowing itself, came out ultimately.(13)

سپنسر کا خیال ہے کہ مختلف زیرنوعی نسلی اختلاط جو حیاتیاتی طور پر متوازن نہیں ہے مختلف نوعیت کے نتائج پیدا کرسکتا ہے اور جو اکثر اوقات غیر متوازن نسلیں پیدا کرنے کا باعث ہوسکتا ہے۔ میکسیکو اور دوسری جنوبی امریکن ریاستیں بطور مثال پیش کی جاسکتی ہیں۔

سپین میں باسق کیلٹک' گوتھک' مسلمانوں اور یہودی (Basques, Celtic, Gothic, Moorish and Jewish) گروہوں سے غیر موافق غیر متجانس اختلاط ہوا جس کا نتیجہ مسلسل اختلاف ہے۔ ایسے معاشرے مضبوط مرکزی حکومت کے متقاضی ہوتے ہیں تاکہ مختلف نسلی گروہوں میں اختلاف و تصادم کو روکا جاسکے۔ سپنسر کا خیال تھا کہ حکومت کی زیادہ مداخلت معاشرتی ارتقاء میں رکاوٹ کا باعث ہوتی ہے۔ معاشرتی مطالعہ کے بعد سپنسر اس نتیجہ پر پہنچا کہ معاشرے دو قسم کے ہوتے ہیں:

۱) سادہ معاشرے: جن میں صرف ایک نسل موجود ہوتی ہے۔

۲) پیچیدہ معاشرے: جن میں مختلف نسلیں موجود ہوتی ہیں۔

اس بنیاد پر اس نے ایک تجزیہ مرتب کیا جس سے پتہ چلتا ہے کہ معاشرے کی نوعیت کیا ہے؟ متوازن ہے یا غیر متوازن اور تہذیبی طور پر اس کی کیا حیثیت ہے۔ وہ معاشرے کی تین اقسام بیان کرتا ہے:

۱) سادہ معاشرہ۔ایک وحدت جسے مختلف حصوں، گروہوں اور قبائل میں تقسیم نہیں کیا جا سکتا۔

۲) مخلوط و مرکب معاشرہ۔ایسا معاشرہ جو مختلف گروہوں پر مشتمل ہو اور ہر گروہ کا اپنا سردار ہو اور ان کے اوپر ایک بڑا سردار ہو۔

۳) دوہرا مخلوط معاشرہ۔ جہاں زیادہ پیچیدہ مرکب موجود ہو۔مختلف گروہ قبائل اور جمعیتیں ایک مرکزی حکومت کے تحت موجود ہوں۔

سپنسر کے مطابق جتنا کوئی معاشرہ پیچیدہ اور مرکب ہوتا جاتا ہے اتنا ہی وہ ترقی کرتا چلا جاتا ہے اور اتنا ہی مہذب ہوتا جاتا ہے۔اس کے خیال میں اعلیٰ نسلیں زیادہ مستحکم معاشرے قائم کرنے میں کامیاب ہوتی ہیں۔مختلف معاشروں کے ارتقاء میں نسل کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔کمزور قبائل مغلوب ہو جاتے ہیں اور مضبوط نسل کے لوگ فاتح ہوتے ہیں۔کمزور قبائل ہمیشہ شکست و ریخت کا شکار رہتے ہیں اور کبھی غلبہ پانے کی حیثیت میں نہیں آتے۔اعلیٰ نسلوں کے لوگوں میں پیچیدہ مرکب معاشرے زیادہ مستحکم ہوتے ہیں۔سب سے زیادہ مستحکم اور سب سے زیادہ ترقی یافتہ معاشرے وہ ہوں گے جو تہرے مخلوط (Thriply Compound) ہوں گے۔سپنسر نے مثال کے طور پر قدیم میکسیکو' اسیری' مصری' رومی' برطانوی' فرانسیسی' جرمنی' اطالوی اور روسی سلطنتوں کو پیش کیا ہے۔

سپنسر نے معاشرتی زندگی کے ارتقاء میں بقاء اصلح (Servival of the fittest) کا اصول پیش کیا۔(۱۴) مضبوط نسلیں اپنے ماحول کے مقابلے اور سازگاری کے طریقوں سے باقی رہتی اور ترقی کرتی چلی جاتی ہیں جبکہ کمزور نسلیں فنا ہو جاتی ہیں۔کرسٹوفر بولٹ (Christopher Bolt) کا خیال ہے کہ انیسویں صدی کے کئی مصنفین نے اسی اصول کے تحت نیوزی لینڈ اور امریکہ کی زوال پذیر قوموں کا مطالعہ کیا ہے۔تاہم بولٹ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے دلچسپ بات کہتا ہے۔

With a large degree of wishful thinking, some Victorians maintained that if the survival of the fittest

principle operated as it should, the Negro population of North Ameica and the West Indies might soon follow these tribes towards extinction. (15)

یہ بھی واضح ہے کہ انیسویں صدی کے معاشرتی اور حیاتیاتی سائنسدانوں نے اپنے نظریات کو بہتر طور پر پیش کیا تاہم ان کی بحث کا مرکز زیر نوعی نسلی نظریہ تھا۔ تاہم مجموعی اپروچ جسمانی ساخت و خصوصیات پر مبنی (Phenotypal) تھی اس لیے ان کا تجزیہ انسانی نسلوں کے جسمانی اختلافات پر مبنی تھا۔ جینیاتی اختلافات تک ان کی علمی رسائی نہ تھی اس لیے وہ اس پہلو پر توجہ نہ دے سکے۔

جینیاتی نظریہ

دوسری جنگ عظیم کے بعد جینیاتی میدان میں پیش رفت ہوئی تو نسل کے جینیاتی پہلوؤں کی طرف زیادہ توجہ ہوئی۔ مشہور ماہر جینیات سٹیو جون (Steve Jone) نے نسلی نظریات جینیاتی پس منظر میں سمجھنے کی کوشش کی ہے۔(۱۶) ہر انسان پچاس ہزار جینز پر مشتمل ہے اور ان میں سے کچھ افراد میں اختلافات کا باعث ہوتے ہیں۔ تقریباً دس جین ایسے ہیں جو کھال کا رنگ متعین کرتے ہیں۔ ماحول اور جغرافیائی حالات کے اثرات سے رنگتوں کا فرق پیدا ہوتا ہے۔ جون کے مطابق ان اثرات نے مختلف قوموں میں رنگوں کا فرق پیدا کیا ہے۔ جینیاتی تحقیقات کے نتیجے میں یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ افریقی انسانی نسل کی ایسی شاخ ہے جو پہلے الگ ہوگئی تھی۔ باقی تمام نسلیں ایک دوسرے سے قریبی طور پر متعلق ہیں۔ جون کی رائے ہے کہ اگرچہ جینیاتی اختلافات کی بات کی جاتی ہے تاہم مختلف نسلوں کے درمیان جینیاتی اختلاف کی تائید میں کوئی دلیل نہیں۔ وہ اپنی رائے کے حق میں تین دلائل دیتا ہے:

(۱) جون کہتا ہے کہ کھال کے رنگ سے متعلق جینز کے علاوہ ہمیں مختلف نسلوں کے درمیان جین کا اختلاف نظر نہیں آتا۔ مختلف افراد میں فرق ہوسکتا ہے لیکن قوموں کے درمیان بحیثیت مجموعی فرق ثابت نہیں ہوتا۔ ہماری کھال کا رنگ یہ نہیں بتاتا کہ اس کے تحت کیا موجود ہے۔

(۲) جینیاتی تنوع ہمیں نسلوں کے بارے میں کچھ پتہ نہیں دیتا۔ ۸۵ فیصد تنوع ایک ہی ملک کے مختلف افراد میں پایا جاتا ہے۔ ۵ء۱۰ فیصد فرق ایک ہی براعظم کے مختلف ملکوں میں پایا جاتا ہے مثلاً انگریزوں اور ہسپانویوں کے درمیان یا کینیائی اور نائجیریوں کے درمیان۔ جون کہتا ہے:

The overall genetic difference between-races Africans and Europeans say--- is no greater than that between different countries within Europe or within Africa. Individuals not nations and not races are the main repository of human variation(17)

(۳) مجموعی طور پر انسان دوسری انواع کی بہ نسبت باہمی طور پر زیادہ یکساں اور متجانس ہے۔ چونکہ اس کا اختصاص snail کی نوعی تحقیق سے ہے اور اس میں علاقائی تنوع پایا جاتا ہے اس لیے وہ کہتا ہے:

If you are a snail it would make good biological sense to be a racist. But you have to accept that humans are tediously uniform animals.(18)

سٹیو جون کا خیال ہے کہ نسل کے بارے میں ہمارے بہت سے رویوں کی کوئی سائنسی بنیاد نہیں ہے۔ وہ کہتا ہے:

Humanity can be divided into groups in many ways by culture, by language and by race which usually means by skin colour--each division depends to some extent on prejudice and because they do not overlap, can bad to confusion. (19)

یہی وجہ ہے کہ نسل (Race) کے لیے کوئی متفقہ تعریف سامنے نہیں آئی بلکہ بالخصوص معاشرتی تعریف میں کوئی اتفاق نہیں پایا جاتا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ نسلی تصور ایک خیالی آرائش ہے۔ جینیاتی تحقیق یہ اشارہ دیتی ہے کہ نسل کا یہ تصور کہ یہ آریائی نسل ہے اور یہ کاکیسیز ہے جس کی ابتدا کا کیسیا کے

پہاڑوں سے ہوئی، کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ جون کا خیال ہے کہ نسل کا تصور انسانی گروہوں کی جماعت بندی سے بہت آگے نکل گیا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ یہ تصور جماعت بندی سے ایک قدم آگے حکم لگانے کی بات ہے۔ اس کے خیال میں یہ تصور کہ متمیز خالص نسل ہے جو انہی خصوصیات میں دوسروں سے مختلف ہے، تباہ کن اثرات کا حامل ہے۔ ہٹلر نے یہودیوں کے ساتھ جو کچھ کیا وہ اسی موہوم تصور پر مبنی تھا اور ۱۹۲۳ء میں امریکہ کے صدر کالون کولج (Calvin Coolidge) نے تارکین وطن کے لیے جو قانون پاس کیا تھا وہ بھی نسل پرستانہ رویہ کی وجہ سے تھا۔ اس قانون کے مطابق صرف مغربی اور شمالی یورپ کے تارکین وطن امریکہ میں داخل ہو سکتے تھے۔ یہ قانون اس پالیسی پر مبنی تھا کہ دوسری نسلوں سے اختلاط اور شادی بیاہ کی وجہ سے ناردی (nordic) نسل میں کمتری پیدا ہوگی۔ جون کہتا ہے:

> Much of the story of the genetics of race, a field promoted by some eminent scientists turn out to have been prejudice dressed up as a science. (20)

جون کے خیال میں نسل پرستی سائنس کے بجائے ایک اخلاقی مسئلہ ہے اور جدید سائنس نے یہ ثابت کیا ہے کہ نسل پرستی کے لیے کوئی حیاتیاتی بنیاد نہیں ہے۔ انسانوں میں جینیاتی اقسام کا تنوع ہے جو جسمانی خصوصیات کو متاثر کرتا ہے۔ لیکن یہ تنوع اتنا اہم نہیں کہ اس سے نسلی اختلافات کا تعین ہو سکے۔ اور اس تنوع کا مختلف گروہوں کے کلچر، رویہ اور اخلاق سے بھی کوئی تعلق نہیں کہ اس کی بنیاد پر امتیاز کیا جا سکے۔

نسل کی معاشرتی حیثیت

اگرچہ اکثر ماہرین عمرانیات نسل کی حیاتیاتی بنیادوں کا انکار کرتے ہیں تاہم اس تصور کی موجودگی کے باعث معاشرتی مطالعہ کی ضرورت کو تسلیم کرتے ہیں۔ چونکہ نسل کو ایک حقیقت کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے اس لیے علم المعاشرت کے طالب علم کو اس کا مطالعہ کرنا اور جائزہ لینا چاہیے۔ معاشرتی نقطہ نظر سے نسل کا جائزہ لینے والوں میں جان رچرڈسن اور جان لیمبرٹ (John Richardson and

(John Lambert) توجہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے نسل کی عمرانیات (Sociology of Race) کے سلسلے میں بحث کی ہے۔(۲۱) بالخصوص انہوں نے نسلی برتری کے تصور کا جائزہ لیا ہے۔سٹیو جون کی طرح یہ بھی نسل کی حیاتیاتی بنیادوں کا انکار کرتے ہیں۔اس طرح وہ اس تصور پر بھی تنقید کرتے کہ کچھ نسلیں برتر ہو سکتی ہیں۔نسلی برتری کے نظریہ پر انہوں نے تین نکاتی گفتگو کی ہے:

(۱) حیاتیاتی اختلاف اور ثقافتی رویہ

ان کا خیال ہے کہ حیاتیاتی اختلافات کا مختلف انسانی گروہوں کے کلچر اور رویوں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔وہ تسلیم کرتے ہیں کہ حیاتیات کا معاشرتی اور ثقافتی رویے پر کچھ اثر ہوتا ہے لیکن یہ تعلق بہت دور کا اور بالواسطہ ہوتا ہے۔

(۲) ثقافت اور رویے کے معاشرتی اسباب

وہ یہ سمجھتے ہیں کہ انسانی گروہوں کے رویوں اور ثقافتوں کے اختلاف کی وجوہ حیاتیاتی سے زیادہ معاشرتی ہو سکتی ہیں۔حیوانوں کی نسبت انسانی رویوں کی تشکیل میں حیاتیات کا اثر کہیں کم ہے۔ان کا خیال ہے کہ انسان حیوانوں کی طرح جبلتوں یا داخلی دواعی کا پابند نہیں بلکہ انسانی بقا و ارتقاء کے امکانات بڑھ جاتے ہیں اگر ثقافتی لچک موجود ہوتی ہے۔ایک ہی نسل مختلف حالات میں مختلف کلچر پیدا کر سکتی ہے۔ مثلاً افریکانا گروہ نے جنوبی افریقہ میں جو کلچر پیدا کیا وہ اس سے مختلف ہے جس میں اسی نسل کے لوگ نیدر لینڈ میں رہ رہے ہیں۔

نسلی برتری کا معروضی پیمانہ

یہ تقریباً ناممکن ہے کہ کوئی ایسا معروضی پیمانہ تلاش کیا جائے جس سے کسی نسل کی برتری یا کمتری کا تعین ہو سکے۔ وکٹوریہ عہد کے برطانوی یقین رکھتے تھے کہ ان کے شہری اور صنعتی معاشرے دوسری

قوموں سے برتر ہیں۔رچرڈسن اور لیمبرٹ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

Claims of progress appears less convincing when we consider the subsequent problems of industrial pollution, personal allination and the possibility of clear warfare. The African pigmy of Mongolian herdman is arguably in a mone harmonious relationship with his physical environment than is the urban inhabitant of London or New York. (22)

حقیقت یہ ہے کہ اگر ثقافتی کامرانی اور تکنیکی ترقی برتری اور کمتری کے پیمانے ہیں تو یہ کسی ایک نسل کی خصوصیت نہیں ہے۔تاریخ گواہ ہے کہ مختلف نسلوں نے مختلف اوقات میں بڑی ترقیاں کی ہیں۔ افریقہ میں کئی تہذیبیں پروان چڑھیں جیسے اشانتی اور زمبابوے (Ashanti and Zimbabway)۔ رچرڈسن اور لیمبرٹ گولڈ تھروپ (Gold Thrope) کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ سولہویں صدی میں چین، ہندوستان اور عرب میں متمدن لوگ تھے۔(۲۳)

اکثر ماہرین عمرانیات کے نزدیک نسل ایک معاشرتی تشکیل ہے اور اس کا حیاتیات سے کوئی تعلق نہیں۔نسل کے متعلق رویوں کا تعلق مختلف معاشروں کے نظام عقائد (Belief System) سے ہے۔مختلف گروہوں کے متعلق انسانی رویوں کی تشکیل میں تاریخی عوامل، ثقافتی رجحانات اور مذہبی عقائد کا اہم کردار ہوتا ہے۔ یہ ایک پیچیدہ طرز عمل ہے جو بعض اوقات نسلی امتیاز کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسے ایک معاشرتی اور ثقافتی تشکیل قرار دینا کہیں زیادہ واضح ہے بہ نسبت ایک سائینٹیفک حیاتیاتی اصول کے۔مغربی اقوام نے اپنے استعماری مقاصد کے تحت اپنی قوموں کو احساس برتری کا شعور دیا اور مغلوب قوموں کی تذلیل کی تاکہ وہ اطاعت اور سپردگی کے لیے تیار رہیں۔

مغربی پالیسی سازوں نے نسل پرستانہ رویوں کو چھپاتے ہوئے نسل کے لیے Race کے

بجائے نئی اصطلاح استعمال کی اور وہ ہے Ethnicity ۔ تھامس ہائی لینڈ اریکسن (Thomas Hylland Eriksen) کہتا ہے کہ Ethnicity یونانی لفظ Ethnos سے مشتق ہے جو خود ایک اور یونانی لفظ Ethnikos سے نکلا ہے جس کے معنی لامذہب یا کافر (Pagan or Heathen) ہے۔ انیسویں صدی کے نصف تک Ethnic انہی معنوں میں استعمال ہوتا تھا۔ اس کے بعد یہ Race کی جگہ استعمال ہونے لگا اور اب انتھروپولوجی اور سوشیالوجی میں اس گروپ کے لیے استعمال ہوتا ہے جو ثقافتی طور پر متمیز ہے نہ کہ جسمانی طور پر۔ (۲۴)

جان ملٹن ینگر (John Millton Yinger) کا خیال ہے کہ جسمانی اور معاشرتی طور پر مختلف نسلی گروہوں کی تقسیم موجود ہے لیکن جسمانی طور پر مختلف نسلوں کا نظریہ قدرے پیچھے چلا گیا ہے کیونکہ جسمانی تفاوت کی سرحدیں متمیز نہیں رہیں جبکہ معاشرتی اختلافات واضح نظر آتے ہیں۔ معاشرتی طور پر متعین گروہ Eghnic Groups ہیں (۲۵ ۱۰) جو حیاتیاتی طور پر مختلف نظر آتے ہیں۔ معاشرتی طور پر مختلف گروہ جنہیں وہ "Ethnie" کا نام دیتا ہے منفرد طور پر معاشرے میں موجود ہوتے ہیں۔ وہ کہتا ہے:

> A segment of a large society is seen by others to be different in some combination of the following *characteristics language, religion, race and ancestrol* home and with its related culture, the members also perceive themselves in that way, and they participate in shared activities built around (real or mythical) common origin or common culture. (26)

ینگر کی اس تعریف پر وہ تمام گروہ Ethnic کہلائیں گے جو ان خصوصیات کی وجہ سے مختلف قرار پاتے ہیں۔ دوسرے لوگ ان کے بارے میں یہ رائے رکھتے ہیں یا وہ خود بھی اپنے آپ کو مخصوص گروہ سمجھتے ہیں۔ ینگر ان گروہوں کی تین اقسام بیان کرتا ہے:

(۱) اس کا خیال ہے کہ کسی ملک میں تارکین وطن کی وہ آبادی جو پہلی مشترک شہریت رکھتی ہے اس شہریت کی بنا پر ایک مخصوص گروہ متصور ہوگی۔ جیسے امریکہ میں آباد کوریائی' ویتنامی اور فلپائنی۔ یہ گروہ سابقہ مشترک شہریت کی وجہ سے ایک Ethnic گروہ قرار پائیں گے۔

(۲) زیریں معاشرتی گروہ (Sub societal group) بھی ایتھنک کہلائے گا جو مشترک نسلی و ثقافتی پس منظر رکھتا ہے۔ وہ مثال کے طور پر امریکی ہندی گروہوں' اونائیڈا (Oneida) اور ایروقیویز (Iroquois)' ایران کے ترکمانوں اور سابقہ یوگوسلاویہ البانویوں کو پیش کرتا ہے۔

(۳) تیسری قسم کے ایتھنی (Ethnei) بیان کرتے ہوئے وہ لکھتا ہے:

Pan culture groups of persons of widely different cultural and social back ground who however can be identified as similar on the basis of language race or religion mixed with broadly similar statuses. (27)

جیسے امریکہ میں ہسپانوی گروہ جو لاطینی امریکہ کے مختلف ملکوں سے آیا ہے لیکن ایک ایتھنک گروہ (Ethnic group) متصور ہوتا ہے یا جیسے برطانیہ میں ایشیائی گروہ جو مختلف ملکوں سے آئے ہیں اور زبان' مذہب کا گہرا اختلاف رکھتے ہیں لیکن اس کے باوجود انہیں ایک Ethnic گروہ قرار دیا گیا ہے۔

ینگر کی طرح جان رچرڈسن (John Richardson) بھی نسل اور سیاہ و سفید فام کی جگہ Ethnic کی اصطلاح کو زیادہ پسند کرتا ہے۔ (۲۸) اس کے خیال میں مختلف گروہوں کے تشخص کو متعین کرنے کے لیے عمرانی علماء نے جتنی اصطلاحیں استعمال کی ہیں ان میں Ethnicity کی اصطلاح زیادہ جامع اور زیادہ قابل قبول ہے۔ وہ کہتا ہے:

This clarificatory approach is attractive in so far as it highlights socio cultural criteria (unlike the

conventional race system) and it accommodates a potentially wide range of groups (unlike the two category black/white model)

مغربی علماء معاشرت کا مسئلہ تعصّبات کو چھپانا اور بظاہر معروضی اور غیر جانبدارانہ تحقیق کا اظہار بھی ہے۔ مغربی معاشرے بنیادی طور پر نسل پرست ہیں۔ ان کے حکمران اور پالیسی ساز سفید فام کی برتری اور ان کے مفادات ہی کے حوالے سے منصوبہ بندی کرتے ہیں۔ چونکہ ان کے نسلی تعصّبات کھل کر سامنے آ گئے ہیں اس لیے وہ نسل کے بجائے کسی اور اصطلاح کی تلاش میں تھے جس کے ذریعے سے ان کی انصاف پسندی واضح ہو سکے۔ ان کے مطالعاتی گروہوں میں ماہرین عمرانیات نے Ethnicity کی اصطلاح ایجاد کی جسے اب تمام غیر سفید فام گروہوں پر چسپاں کیا جا رہا ہے۔ سوشیالوجسٹ گروہ کے نزدیک یہ ایک مفید اصطلاح ہے جس کے تحت مختلف گروہوں کو متعین کیا جا سکتا ہے۔ مغربی معاشروں میں نسل پرستی ایک طاقتور عامل ہے اور غیر سفید فام گروہوں کے لیے نہ صرف معاندانہ رویہ موجود ہے بلکہ امتیاز بھی برتا جاتا ہے۔ اس لیے خوبصورت اصطلاحوں اور رویوں میں نرمی کے باوجود نسل پرستانہ رجحانات موجود ہیں اور عمرانی تحقیق کا کوئی سنجیدہ طالب اس عامل کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ نسل پرستی کے رویوں میں دو اصطلاحیں اہمیت رکھتی ہیں ایک ایک تعصب (Prejudice) اور دوسری امتیاز (Discrimination)۔ دونوں نسل پرستی کے رویوں کے مختلف مظاہر کو واضح کرتی ہیں۔ ایک نسل پرست نہ صرف دوسری نسل کے لوگوں سے نفرت کرتا ہے بلکہ ان کی تحقیر اور انہیں نقصان پہنچانے کا عملی اقدام بھی کرتا ہے۔ کیش مور (E.E Cashmore) ان کی تعریف بیان کرتا ہے: (۲۹)

تعصب (Prejudice)

اس کی تعریف کرتے ہوئے وہ لکھتا ہے:

Learned beliefs and values that lead on individual or

group of individuals to be biased for or against members of a particular group.

نسلی امتیاز (Discrimination)

اس کی تعریف بیان کرتے ہوئے کیش مور لکھتا ہے:

The unfavourable treatment of all persons socially assigned to a particular category

تعصب اور امتیاز عام طور پر کسی گروہ کے بارے میں عمومی نظریہ یا خاص غیر متبدل قسم (Stereo type) پر مبنی ہوتا ہے اور Stereo type کسی گروہ کے بارے میں جھوٹی تعیم (Generalization) کرنا یا بہت ہی سادہ کیفیت میں جانچنا (Over Simplification) ہے۔ جیسے یہ کہنا کہ چھوٹے قد کے لوگ جارح ہوتے ہیں یا عورتیں کمزور اور منفعل ہوتی ہیں۔ یہ تعیم درست نہیں ہے۔ کوئی ایک فرد یا چند افراد ایسے ہو سکتے ہیں لیکن سب کو ایک لاٹھی سے ہانکنا درست نہیں اور یہ Stereotyping کہلاتا ہے۔ ابتدائی عمرانی علماء نسلی تعصب (Racial Prejudice) اور نسلی امتیاز (Racial discrimination) جیسی اصطلاحیں استعمال کرتے تھے لیکن اب اس کے لیے نسل پرستی (Racism) کا زیادہ استعمال ہو گیا ہے۔

نسل پرستی (Racism)

نسل پرستی ایک متنازعہ اصطلاح ہے۔ رابرٹ مائل (Robert Mile) (۳۰) کے مطابق Racism کی اصطلاح ۱۹۳۰ء کی دہائی میں استعمال ہوئی جب انیسویں صدی کے ان نظریات کو زیر بحث لایا گیا جو نسل (Race) کے متعلق اختیار کیے گئے تھے۔ ۱۹۳۰ء میں ہی نسل پرستی کی اصطلاح ہٹلر کے نظریات نازی پارٹی کی پالیسیوں کی وجہ سے بھی استعمال ہوئی۔ حیاتیاتی اختلافات پر مبنی نسلی نظریات کے پس منظر میں یونیسکو نے نسل پرستی کو متعین کرنے کی کوشش کی ہے۔

پچاس اور ساٹھ کی دہائیوں میں اس تنظیم نے مختلف ملکوں میں چار کانفرنسیں منعقد کیں جن میں مختلف ممالک کے ماہرین جمع ہوئے تاکہ نسل (Race) کے متعلق متفقہ بیان تیار کیا جائے جو بین الاقوامی کمیونٹی کی رائے قرار پائے۔

اس کے چوتھے بیان میں نسل پرستی (Racism) کی تعریف کی گئی ہے:

Racism falsely claims that there is a scientific basis for arranging groups hierarchically in terms of psychological and cultural characteristics that are immutable and innate. (31)

نسل پرستی کی بحث میں سائنٹیفک بنیاد کا بار بار ذکر ہوتا ہے کیونکہ نسل پرستوں نے سائنسی منہاج کا خاص طور پر سہارا لیا اور حیاتیاتی اور نفسیاتی تجزیوں کو سائنس قرار دے کر مقاصد حاصل کرنے کی کوشش کی۔ برطانوی ماہر عمرانیات جان ریکس (John Rex) نے خاص طور پر کہا کہ نسل پرستانہ نظریات کی کوئی سائنسی بنیاد نہیں ہے۔ اس نے Racism کی تعریف کرتے ہوئے کہا:

Deterministic belief systems about the difference between the various ethnic groups, segments or strata. (32)

نسل پرستانہ نظریات میں ان اختصاصات کو انسانی گروہوں کی طرف منسوب کیا گیا جن پر انہیں اختیار حاصل نہیں تھا اور یہ اختصاصات تبدیل نہیں ہو سکتے تھے۔ وہ کہتا ہے:

It does not really matter whether this is because of men's genes, because of the history of which their ancestors have been exposed, because of the nature of their culture or because of divine decree. Which ever is the case it might be argued that this man is an x and that, being an x, he is bound to have particular undesirable qualities. (33)

ریکس نے جو تعریف کی ہے اس کا تعلق ان نسلی نظریات سے ہے جو انیسویں صدی میں پیش کیے گئے۔ بہت سے معاصر ماہرین عمرانیات نسل پرستی کو ان نظریات سے متعلق نہیں کرتے بلکہ کچھ تو ان رویوں سے منسوب کرتے ہیں جو ان نظریات کے نتیجے میں پیدا ہوتے ہیں مثلاً جان سولومن (John Soloman) نسل پرستی کی تعریف کرتے ہوئے لکھتا ہے:

Those ideologies and social processes which discriminate against others on the basis of their putatively different racial membership. (34)

یہ تعریف غالباً اس عمومی تصور کے قریب ہے جو مختلف گروہوں کو نسلی امتیاز کا نشانہ بناتا ہے' ان کی تحقیر کرتا ہے یا توہین آمیز سلوک کرتا یا تبصرہ کرتا ہے۔ رچرڈسن (Richardson) ثقافتی نسل پرستی (Cultural racism) کی اصطلاح استعمال کرتا ہے:

A Whole cluster of cultural ideas, beliefs and arguments which transmit mistaken notion about the attributes and capabilities of racial groups. (35)

نسل پرستی کے حوالے سے معاصر ماہرین عمرانیات نے ایک نئی اصطلاح استعمال کی ہے۔ وہ Racism کی جگہ پر Racialism استعمال کرتے ہیں مثلاً جان ریکس (John Rex) Racialism کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے:

Racialism is an unequal treatment of various racial groups. (36)

گویا Racialism عملی اقدام ہے جبکہ Racism ایک نظریاتی رویہ ہے۔ نسل' نسل پرستی' تعصب اور امتیاز وہ موضوعات ہیں جن پر جدید عمرانی علوم میں مفصل بحثیں موجود ہیں۔ Racism, Race اور Ethnicity کی تعریف' اس کے بارے میں نظریات کا ایک طویل سلسلہ ہے۔ مغربی ماہر عمرانیات نے اس موضوع پر مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ بنیادی وجہ یہ ہے کہ استعمار کے نتیجے

میں انہیں اپنی نو آبادیات میں سے تارکین وطن کی ایک بڑی تعداد کو اپنے معاشروں میں جگہ دینا پڑی۔ ان کے ساتھ جو رویہ اختیار کیا گیا اس کے دوررس اثرات ہیں۔ مغربی پالیسی سازوں کو نہ صرف ان گروہوں کی شناخت کا سامنا ہے بلکہ وسیع تر تناظر میں معاشرتی تعلقات کا مسئلہ بھی ہے جسے اب وہ Race Relations اور Ethnic Relations کی اصطلاحوں میں بیان کر رہے ہیں۔ وہ اپنی نسل پرستی چھپانا چاہتے ہیں لیکن یہ تعصّبات نفرتوں اور امتیازی رویوں کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اس درپیش مسئلہ کو انہوں نے علم کی ایک شاخ بنا دیا ہے اور اب Sociology of Race ایک باقاعدہ علم ہے جس میں تعریف، اقسام، نظریے، اصول اور نتائج زیر بحث آتے ہیں۔

اسلام اور نسلی امتیاز

گذشتہ اوراق میں نسل، نسلی امتیاز اور نسل پرستی کے بعض ان پہلوؤں کا تذکرہ کیا گیا ہے جو جدید عمرانیات کا موضوع بحث ہیں۔ مغربی مفکرین چونکہ وحی الٰہی کی رہنمائی سے محروم ہیں اس لیے وہ ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہیں۔ اندازے، تخمینے، خیالی مفروضے، عملی مظاہرے کے تجزیے، رویے اور ان کے جائزے غرض مفروضوں اور مشاہدوں کی ایک دنیا ہے جسے نام نہاد ماہرین عمرانیات نے آباد کر رکھا ہے۔ یقینی علم سے محرومی کا نتیجہ ہے کہ ظن وتخمین کے اندھیروں میں گم کردہ راہ پر پھر رہے ہیں اور حیران و پریشان ہو کر کبھی ایک نظریہ پیش کرتے اور کبھی دوسرا اور کبھی ایک تجزیہ سامنے آتا ہے اور کبھی دوسرا جائزہ۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی کے حقیقت آشنا اصولوں کو بیان فرمایا اور پیغمبرانہ حکمت سے گرہ کشائی فرمائی۔ بقول ظفر علی خانؒ:

جو فلسفیوں سے حل نہ ہوا اور نکتہ وروں سے کھل نہ سکا
وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

وحدت نسل انسانی

اسلام نے سب سے پہلے وحدت نسل انسانی کا تصور دیا۔ تخلیق آدم کی پوری کہانی بیان کی اور یہ واضح کیا کہ آدم کی تخلیق مٹی کے عناصر سے ہوئی اور انہی عناصر سے حوا کی تخلیق ہوئی اور ان دونوں سے نسل انسانی کو فروغ دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیْ خَالِقٌ م بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ O فَاِذَا سَوَّیْتُہٗ وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَہٗ سٰجِدِیْنَ O (۳۷)

جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں مٹی سے انسان بنانے والا ہوں۔ جب اس کو درست کرلوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو اس کے آگے سجدے میں گر پڑنا۔

دوسری جگہ فرمایا:

وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیْ خَالِقٌ م بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ O فَاِذَا سَوَّیْتُہٗ وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَہٗ سٰجِدِیْنَ O (۳۸)

اور جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں کھنکھناتے سڑے ہوئے گارے سے ایک بشر بنانے والا ہوں جب اس کو (صورت انسانیہ) میں درست کرلوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو اس کے آگے سجدے میں گر پڑنا۔

قرآن تخلیق انسان کے سلسلے میں جو نقطۂ نظر پیش کرتا ہے وہ ان دو آیات میں آ گیا ہے یعنی تخلیق انسان عناصر ارضی سے ہوئی اور خالق کائنات براہ راست اس تخلیق کا ذمہ دار ہے۔ قرآن اس سے اگلی بات یہ کہتا ہے کہ پوری نسل انسانی اس جوڑے سے بڑھی ہے جو براہ راست خالق کائنات کی تخلیق ہے۔ وہ فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَاالنَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً. وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ. اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًاO (۳۹)

لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک جاندار سے پیدا کیا اور اس جاندار سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے بکثرت مرد وعورت پھیلا دیے اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس کے نام سے ایک دوسرے سے سوال کیا کرتے ہو اور قرابت سے بھی۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

قرآن کریم کا دعویٰ ہے کہ پوری نسل انسانی اسی جوڑے سے آگے بڑھی ہے گویا انسان کی بنیاد عناصر ارضی ہیں اور نسل انسانی کی بنیاد وہ اولین مرد وعورت کا جوڑا ہے جو براہ راست اللہ کی تخلیق ہے۔ وحی الٰہی نے ظن وتخمین کے ان تمام نظریات کی جڑ کاٹ دی جو تخلیق اور نسل انسانی کے متعلق وضع کیے گئے۔ نسل انسانی کے بعض امتیازات پر تبصرہ کرتے ہوئے قرآن وہ متوازن بات کرتا ہے جو نسلی تعصّبات کو ختم کرنے کا حقیقی نسخہ ہے:

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا. اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ. اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌO (۴۰)

لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کرسکو اور اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔ بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا اور سب سے خبردار ہے۔

غور کریں تو ان اختلافات کا ذکر ہے جو انسانوں میں پائے جاتے ہیں۔ گروہ، قبیلے، قومیں وجود میں آئیں، نسل انسانی میں ایک تنوع پیدا ہوا جو طویل انسانی زندگی کا نتیجہ ہے۔ اس میں جغرافیائی، ماحولیاتی

اور جینیاتی اثرات کے امکانات موجود ہیں۔ رنگوں' چہروں بشروں' قد وقامت اور قوت مزاحمت جیسے اختلافات پائے جاتے ہیں۔ یہ اختلافات نسل انسانی کے وجودی حقائق ہیں۔ ان اختلافات میں بھی خالق کائنات کی تکوینی حکمت عملی کام کر رہی ہے۔ قرآن اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے:

وَمِنۡ اٰیٰتِهٖ خَلۡقُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافُ اَلۡسِنَتِكُمۡ وَاَلۡوَانِكُمۡ. اِنَّ فِیۡ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلۡعٰلِمِیۡنَ۝(۴۱)

اور اسی کے نشانات وتصرفات میں سے ہے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنا اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کا جدا جدا ہونا۔ اہل دانش کے لیے ان میں یقیناً نشانیاں ہیں۔

ملاحظہ فرمایئے کہ انسانوں کی زبانوں اور رنگوں کے اختلافات کو آیات الٰہی قرار دیا اور اسے تخلیق ارض وسماء کے برابر بیان کیا۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ زبانوں اور رنگوں کا اختلاف تکوینی نظام کا حصہ ہے۔ نسل انسانی کی وسعت اور کرۂ ارض کے مختلف خطوں میں بسنا' مختلف جغرافیائی اور ماحولیاتی حالات میں زندگی بسر کرنا مشیت ایزدی کا منشا ہے۔ حکمت ربانی ان حقائق کو بیان کرنے کے بعد انسانوں کی توجہ اس جانب مبذول کراتی ہے کہ رنگوں اور زبانوں کا تنوع اور نسل انسانی کے ظاہری اختلافات ان کے اندر مستقل امتیازات کا باعث نہیں۔ یہ وہ بنیادیں نہیں ہیں جن کی وجہ سے نسل انسانی کے عز وشرف اور تحقیر وتذلیل کے معیارات مقرر کیے جائیں۔ ان کی حیثیت تو محض شناخت کی ہے تاکہ انسان اس تنوع کا ادراک کرے اور خالق کی خالقیت کو سمجھے۔ اصل معیار اور حقیقی عز وشرف کا دارومدار کردار اور خداشناسی پر ہے۔ کوئی فرد' قوم یا گروہ معرفت رب اور اطاعت الٰہی میں جتنا مستحکم ہوگا اتنا ہی معزز ہوگا۔ اسلام رنگ ونسل کے امتیازات کو وجہ شرف نہیں مانتا وہ نہ صرف وحدت نسل انسانی کا داعی بلکہ وحدت کردار کا بھی مبلغ ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت ربانی کی روشنی میں جو افراد تیار کیے اور جو معاشرہ تخلیق کیا وہ تقویٰ کی اساس پر قائم تھا اور اخوت کے اصول پر مستحکم تھا۔ آپ نے ان عوامل کی نفی کی جو نسلی امتیازات اور تفاخر کا باعث بن سکتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام اقدامات کو ممنوع قرار دیا جو تفریق کا باعث بن سکتے تھے یا معاشرتی و نسلی ہم آہنگی کو نقصان پہنچا سکتے تھے' قرآن نے ان عوامل کی نشاندہی کرتے ہوئے فرمایا:

يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ. بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّ لَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا. اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ. وَاتَّقُوا اللّٰهَ. اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ○ (۴۲)

مومنو! کوئی قوم کسی قوم سے تمسخر نہ کرے ممکن ہے کہ وہ لوگ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں سے تمسخر کریں ممکن ہے کہ وہ ان سے اچھی ہوں اور اپنے بھائی کو عیب نہ لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کا برا نام رکھو۔ ایمان لانے کے بعد برا نام رکھنا گناہ ہے اور جو توبہ نہ کریں وہ ظالم ہیں۔ اے اہل ایمان! بہت گمان کرنے سے احتراز کرو کہ بعض گمان گناہ ہیں اور ایک دوسرے کے حال کا تجسس نہ کیا کرو اور نہ کوئی کسی کی غیبت کرے۔ کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے؟ اس سے تم ضرور نفرت کرو گے اور اللہ کا ڈر رکھو بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو معاشرہ قائم کیا اس کا بنیادی اصول اخوت کا تھا۔ معاشرے کا

ہر فرد دوسرے کے ساتھ اخوت کے رشتے میں جڑا ہوا ہے لہٰذا وہ اپنے بھائی کے بارے میں کوئی ایسی بات اور کوئی ایسا رویہ نہیں اختیار کرے گا جس سے اخوت کے رشتے کو نقصان پہنچے۔

قرآن نے اس رشتۂ اخوت کو بیان کرتے ہوئے کہا:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَO (۴۳)

مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں تو اپنے بھائیوں میں صلح کرا دیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحمت کی جائے۔

گویا یہ کہا جا رہا ہے کہ اگر معاشرتی زندگی میں اختلاف کی کوئی صورت پیدا ہو تو اسے حل کرو اور اگر بات حد سے بڑھنے لگے تو بھائیوں کے درمیان صلح کرا دو تاکہ معاشرتی استحکام کو نقصان نہ پہنچے۔

آپؐ نے نسلی تفاخر کو جاہلیت قرار دیا اور نسلی برتری کے احساس کو جرم قرار دیا۔ فتح مکہ کے موقع پر آپ نے اپنے خطابات میں نسلی تفاخر اور جاہلیت کی مذمت کرتے ہوئے وحدت نسل انسانی کے اصول پر زور دیا۔ آپؐ نے فرمایا:

عن ابن عمرؓ ان رسول الله خطب الناس يوم فتح مكه فقال يا ايهاالناس ان الله قد اذهب عنكم عبية الجاهلية و تعاظمها بآبا ها فالناس رجلان رجل برتقي كريم على الله و فاجرشقي هين على الله. والناس بنو آدم و خلق الله آدم من التراب۔ (۴۴)

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن لوگوں سے خطاب کیا اور فرمایا: لوگو! اللہ نے تم سے جاہلیت کے غرور اور آباء و اجداد پر فخر کرنے کو دور کر دیا ہے۔ انسان کی دو قسمیں ہیں۔ ایک نیک اور متقی، وہ اللہ کے ہاں معزز ہے اور دوسرا فاجر اور بد بخت جو اللہ کے ہاں بے وزن ہے۔ انسان آدم کی اولاد ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا ہے۔

ابن ہشامؒ نے اس خطبہ کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

یا معشر قریش ان اللہ قد اذھب عنکم نخوۃ الجاھلیۃ و تعظمھا بالاباء الناس من آدم و آدم من تراب. (۴۵)

اے گروہ قریش! اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کے غرور اور آباء پر فخر کرنے کو دور کر دیا ہے۔ لوگ آدم سے ہیں اور آدم مٹی سے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نسل پرستی کے خلاف تاریخ ساز اقدام کیا۔ اس سے نہ صرف نسل پرستی کے جاہلانہ اصول کی نفی ہوئی بلکہ انسانی اصولوں کی بنیاد پر ایک امت وجود میں آئی جو نسل پرستی کے خلاف ایک زندہ علامت ہے۔ امت اپنے وجود اور تشخص کے باعث نسل پرستی کے خلاف ایک مجسم احتجاج ہے۔ بدقسمتی سے مسلمان قیادتوں کی بزدلی' خیانت اور امت کے تصور سے بے وفائی کی وجہ سے استعمار کو نیشنلزم اور نیشن سٹیٹ جیسے مہلک اور نسل پرستانہ تصورات عالم اسلام میں متعارف اور نافذ کرنے کا موقع مل گیا اور مسلمان بھی امت کے نظریاتی تشخص کے بجائے قومیتوں کے فریب میں آ گیا ہے۔ لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ سفید اقوام کی نسل پرستانہ ذہنیت پوری قوت سے ہر جگہ آشکار ہے۔

اقبالؒ نے قومیت کے حوالے سے استعماری قوتوں کے ارادوں کا صحیح ادراک کرتے ہوئے مسلمانوں کو اس فتنے سے آگاہ کیا تھا۔

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی
ان کی جمعیت کا ہے ملک و نسب پر انحصار
قوت مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تیری

دامن دین ہاتھ سے چھوٹا تو جمعیت کہاں
اور جمعیت ہوئی رخصت تو ملت بھی گئی

(۴۶)

اسلام نسل پرستی کے خلاف ایک زندہ روایت ہے' نسل کے حیاتیاتی نظریے کو رد کرتا ہے' ثقافتی اور نفسیاتی عوامل کو نسلی اختلاف کے عارضی اسباب مانتا ہے لیکن ان کی بنیاد پر نسل پرستی کے مستقل اصول کو تسلیم نہیں کرتا۔ وہ ان تمام نظریات کے بارے میں قرآنی ارشاد پر اکتفا کرتا ہے جس میں کہا گیا:

اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ O (۴۷)

یہ محض خیال کے پیچھے چلتے اور اٹکل کے تیر چلاتے ہیں۔

حوالہ جات

١: (آل عمران/٧٥) ٢: جاویدنامہ/٥٨۔٥٩

٣: (ابن ہشام ۴/۵۴) ۴: (البقرۃ/٤٩)

٥: Communism and Nationalism in the Middle East/18.

٦: غالباً اس سے مراد مسلمان ہیں کیونکہ سپین میں مسلمانوں کو Moor کہا جاتا تھا۔

٧: The Image of Africa, Macmillon, London, 1965.

٨: The condition of the Working class in England in 1844, progressive publishers, Moscow, 1973

٩: Racial Theories Cambridge University Press Cambridge 1987-9.

١٠: Racial Theories, Cambridge Press 1987.

١١: Types of mankind, Philadalphia, 1854

١٢: Spencer, Herbert, Structure, Function and Evolution, Nelson, London 1971.

١٣: Ibid

١۴: عام طور پر اس رائے کو ڈارون کی طرف منسوب کیا جاتا ہے حالانکہ بنیادی طور اسے پنسر (Spencer) نے معاشرتی ارتقاء کے سلسلے میں پیش کیا جسے ڈارون نے مستعار لے کر حیاتیاتی دائرے میں استعمال کیا۔

١٥: Christopher Bolt, Victorian attitude to race, Routledge and Kegon Paul, London, 1971.

١٦: Jones S. Says: "we are all cousins under the skin". The independent, 12 December 1991.

١٧: Ibid ١٨: Ibid

١٩: His words are: it is a tiny step from classifying people to judging them. Ibid.

٢٠: Ibid

٢١: The Sociology of Race, Causway Press, Ormskirk, 1985

۲۲: Ibid

۲۳: Ibid

۲۴: Ethnicity and Nationalism, Pluto Press London, 1993

۲۵: J.M Yinger, Towards a theory of assimilation and disassimilation Ethnic and Racial Studies. (1981)

۲۶: Ibid

۲۷: Ibid

۲۸: Richardosn, J. Race in M. Haralambos(ed) Development in Sociology, Cause Way Press Ormskirk, Vol.3 (1987) Vol.6 (1990)

۲۹: E.E. Cashmore, Dictionary of Race and Ethnic Relations, London.

۳۰: Mile, Robert, Racim, Routledge, London, 1993

۳۱: Ibid/46

۳۲: Rex John, Race and Ethnicity, Open University, Press Milton Keynes, 1986

۳۳: Ibid

۳۴: Soloman, J. Theories of Race and Ethnic Relations, Cambridge University Press Cambridge, 1986

۳۵: Richardson Opcit

۳۶: Race and Ethnicity

۳۷: ص/۷۱۔۷۲

۳۸: الحجر/۲۸۔۲۹

۳۹: النساء/۱

۴۰: الحجرات/۱۳

۴۱: الروم/۲۲

۴۲: الحجرات/۱۱۔۱۲

۴۳: الحجرات/۱۰

۴۴: ترمذی، ابواب التفسیر، ۲/۱۵۹

۴۵: ابن ہشام، ۴/۵۴

۴۶: بانگ درا/ ۲۴۸

۴۷: الانعام/۱۱۶

ہماری دیگر مطبوعات

☆ اسلام کی دس امتیازی خصوصیات	علامہ رشید رضا
☆ رسول اکرمؐ پیغمبر امن وسلامتی	مفتی محمد شفیع
☆ اسبابِ زوالِ اُمت	علامہ شکیب ارسلان
☆ رسول اکرمؐ کا منہاج دعوت	ڈاکٹر خالد علوی
☆ اسلام اور بنیادی انسانی حقوق	ڈاکٹر خالد علوی
☆ سیرتِ رسولؐ اور معاشی مساوات	مولانا محمد طاسین
☆ مسلکی اختلافات، حقیقت اور حل	مولانا فضل ربی
☆ عیسائیت کیا ہے؟	مولانا محمد تقی عثمانی
☆ افواہیں اور اس کے اثرات	ڈاکٹر محمد یوسف فاروقی
☆ نظریۂ پاکستان	پروفیسر شریف المجاہد
☆ بچے کی تربیت اسلامی تعلیمات کی روشنی میں	ڈاکٹر امِ کلثوم
☆ مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ	ڈاکٹر احسان حقی
☆ اسلام کا نظریۂ ابلاغ	ڈاکٹر محمد افتخار کھوکھر
☆ ماں کی ذمہ داریاں	فرزانہ چیمہ



دعوۃ اکیڈمی

بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

پوسٹ بکس: 1485 اسلام آباد، پاکستان فون: 9261751~4, 2262031 فیکس: 2261648

ای میل: dawah@isb.compol.com ویب سائٹ: www.dawahacademy.org